ہے قدس منتظر صلاحؒ

ڈاکٹر محمد عمارہ

ایفا پبلی کیشنز – نئی دہلی

کتاب : ہے قدس منتظرِ صلاحؒ
تالیف : ڈاکٹر محمد عمارہ
ترجمہ : الیاس نعمانی
قیمت : ۳۵/روپے
صفحات : ۳۲
سن اشاعت : ۲۰۱۳ء

ناشر

ایفا پبلیکیشنز

۱۶۱-ایف ،بیسمنٹ ، جوگا بائی ، پوسٹ باکس نمبر:۹۷۰۸
جامعہ نگر، نئی دہلی-۱۱۰۰۲۵
ای میل:ifapublication@gmail.com
فون:011 - 26981327

بسم الله الرحمن الرحيم

فہرست

پیش لفظ	۷
قدس کی ماقبل اسلام تاریخ	۹
قدس کی اسلامی تاریخ	۱۰
صلیبی عہد	۱۵
مصر کو الگ تھلگ کر دینے کی پالیسی	۱۷
مسلماں کو مسلماں کر دیا طوفان مغرب نے	۱۸
شعر و تاریخ	۱۹
کس شیر کی آمد ہے؟	۲۰
حطین کی فتح	۲۳
فتح قدس	۲۵
عالم اسلام کو گھیرنے کی پالیسی	۲۷
اب جگر تھام کے بیٹھو!	۲۸

ارشاد ربانی

﴿سُبْحَانَ الَّذِيْ أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلاً مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الأَقْصَى الَّذِيْ بَارَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ مِنْ آيَاتِنَا إِنَّهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ﴾
[بنی اسرائیل:١]

(پاک ہے وہ جو لے گیا ایک رات اپنے بندے کو مسجد حرام سے دور کی اس مسجد تک جس کے ماحول کو اس نے برکت دی ہے، تاکہ اسے اپنی کچھ نشانیوں کا مشاہدہ کرائے)

ارشاد نبوی

”لا تشد الرحال إلا لثلاثة مساجد“ المسجد الحرام، ومسجدي هذا والمسجد الأقصىٰ“ [متفق علیہ] (رخت سفر صرف تین مسجدوں کے لئے ہی باندھا جائے گا: مسجد حرام، میری یہ مسجد اور مسجد اقصیٰ)

پیش لفظ

۷؍جون ۱۹۶۷ء کی تاریخ خلافتِ عثمانیہ ترکی کے سقوط کے بعد غالبًا مسلمانوں کی تاریخ کا سب سے بدترین دن تھا، جب سرزمین قدس پر یہودی مملکت اسرائیل نے قبضہ کیا اور افسوس کہ اب تک یہ ظالمانہ قبضہ برقرار ہے، ایسے موقع پر ہر مسلمان کو اسلامی تاریخ کی عظیم شخصیت مردِ مجاہد سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کا انتظار ہے، جس کے ذریعہ مسلمانوں کے قبلۂ اول کی بازیافت ہوسکے، کاش! جلد پردۂ غیب سے ایک دوسرے ایوبی ظاہر ہوں اور وہ اس زخم کے لئے مرہم بنیں جو پوری ملت اسلامیہ کے لئے ناسور ہے۔

ڈاکٹر محمد عمارہ ایک بڑے عرب فاضل ہیں، گہرا مطالعہ اور وسیع مراجعت کے بعد لکھتے ہیں، یہ مختصر مفید، جامع اور ولولہ انگیز تالیف انہیں کے رشحات فکر ہیں، جس میں سرزمین قدس کی ماقبل اسلام تاریخ پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے اور اس سرزمین سے متعلق اسلام کی عظمت رفتہ کا بھی تذکرہ کیا گیا ہے، نیز عالم اسلام اور مسلمانوں کی غیرت خفتہ کو بیدار کرنے اور حوصلہ و ہمت کو مہمیز کرنے کی کوشش بھی کی گئی ہے، اکیڈمی کے لئے اس پیشکش کو اردو قارئین تک پہنچانا باعث مسرت ہے، دعاء ہے کہ لوگ اسے صرف تاریخ کے اوراق پارینہ کی نظر سے نہ پڑھیں؛ بلکہ اس داستانِ عبرت کی روشنی میں مستقبل کی منصوبہ بندی کریں۔ **وبالله التوفيق وهو المستعان۔**

خالد سیف اللہ رحمانی
(جنرل سکریٹری اسلامک فقہ اکیڈمی، انڈیا)

۱۸؍ربیع الاول ۱۴۳۴ھ
۳۰؍جنوری ۲۰۱۳ء

قدس کی ماقبل اسلام تاریخ

قبل مسیح چوتھے ہزارے میں کنعانیوں (اہل فلسطین) نے شہر ''یوردسالم'' یا ''یوروشالم'' بسایا، یہی نام یونانی، لاطینی، جرمن فرنچ اور انگریزی جیسی مغربی زبانوں میں Jerusslem ہوگیا، اسی نام کی بنا پر عہد نامۂ قدیم میں اسے ''اورشلیم'' کہا گیا ہے۔

اس کنعانی شہر سے عبرانیوں کے تعلق کا آغاز اس وقت ہوا جب حضرت داود نے اس پر قبضہ کیا، یہ واقعہ دسویں صدی قبل مسیح یعنی کنعانیوں کے ہاتھوں اس شہر کی تاسیس کے تقریباً تین ہزار برس بعد ہوا، اس شہر پر عبرانی قبضہ کل چار سو پندرہ برس تک رہا، پھر بابلیوں نے ''مملکت یہوذا'' کو ۵۸۵ قبل مسیح میں ختم کر دیا، اور عبرانیوں کی ''بابلی قید'' کا زمانہ شروع ہوا۔

بعد میں فارسیوں نے جب کچھ عبرانیوں کو سرزمین کنعان آنے کی اجازت دے بھی دی تھی تو اس وقت ان کی حیثیت بس وہاں آباد ایک قوم کی تھی، انہیں ہرگز وہرگز شہر ''اورشلیم'' پر حکومت حاصل نہ تھی۔

لیکن اس یہودی آبادی نے رومیوں کی غیرت کو بھڑکا دیا تو انہوں نے اس شہر کو دو مرتبہ برباد کر دیا، ایک مرتبہ تو بادشاہ ٹیٹس (۳۹ء-۸۱ء) نے ۷۰ء میں اور دوسری مرتبہ بادشاہ حدریانوس نے ۱۳۵ء میں اس شہر کو تباہ کیا، مؤخر الذکر نے تو اس کو بری تباہ و برباد کر کے اس کا نام بدل کر Aelia capitolina (عظیم ایلیا) رکھ دیا، خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق (۴۰ قبل ہجرت ۲۳-ہجری / ۵۸۴-۶۴۴ء) کے عہد خلافت میں اس شہر کی اسلامی فتح (۱۵ھ/ ۶۳۶ء) تک اس شہر کا یہی نام رہا۔

چار صدیوں کی اپنی حکومت میں عبرانیوں نے اس شہر میں موجود صرف اپنے مقدس

مقامات کو مقدس جانا، اور اس وقت اس علاقہ میں آباد دیگر قوموں کے مقدس مقامات کا بالکل پاس نہ کیا، حالانکہ یہ وہ قومیں تھیں جنہوں نے حضرت داود کی آمد سے تین ہزار برس قبل اس شہر کو بسایا تھا، عبرانیوں نے شہر کے تقدس کو اپنے لئے خاص کرنے کے اس عمل کے علاوہ حضرت عیسیٰؑ کی بعثت کے بعد سے عیسائیت اور عیسائیوں پر ظلم کے پہاڑ بھی توڑے۔

چوتھی صدی عیسوی میں رومی مملکت کے عیسائی ہوجانے کے بعد اس شہر (ایلیا) کا تقدس صرف نصرانیوں کے لئے خاص ہوگیا، رومیوں نے پھر یہودیوں پر ظلم کیا، یہودیوں کے ہیکل کو مکمل طور پر تباہ کر کے اس کو کوڑا گھر بنادیا، جہاں صرف اسی شہر کا نہیں بلکہ باہر کا کوڑا بھی ڈالا جاتا تھا، یہودیوں کے تئیں عیسائیوں کے اس رویہ کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ عیسائیوں نے جب شہر حضرت عمر کے سپرد کیا تو ان سے یہ ضمانت بھی چاہی کہ یہاں کوئی یہودی آباد نہ ہوگا۔

یہ ہے اس شہر کی ماقبل اسلام تاریخ۔

قدس کی اسلامی تاریخ:

لیکن اس شہر ''یوروسالم''، اور شلیم یا ایلیا کو مسلمانوں نے فتح کیا تو یہاں کے ایک نئے عہد کا آغاز ہوا، اسلام اور مسلمانوں نے ہی اس شہر کو تقدس دیا، یہاں تک کہ انہوں نے اس شہر کے تقدس کا خیال اس کے نئے نام میں بھی رکھا، فتح کے دن سے ہی اس شہر کا نام ''بیت المقدس'' اور ''قدس'' ہوگیا، اس شہر کی دینی تاریخ میں پہلی مرتبہ ایسا ہوا کہ اس کا تقدس تمام آسمانی ادیان کے ماننے والوں (یہودیوں، عیسائیوں اور مسلمانوں) کے لئے عام ہوگیا، صرف کسی ایک مذہب کے پیروؤں کے لئے خاص نہیں رکھا گیا۔

صدیوں پہلے منہدم کی گئیں یہودیوں کی مقدس عمارتوں کے جن مقامات کو عیسائیوں نے رومی دور میں کوڑا گھر بنادیا تھا وہاں حضرت عمر شہر حاصل کرنے اور وہاں کے باشندگان کے

ساتھ مشہور معاہد کرنے کے بعد گئے،'' انہوں نے وہاں چٹان پر بہت کوڑا پایا، یہ کوڑا رومیوں نے بنی اسرائیل کے خلاف اپنے غصہ کی وجہ سے ڈالا تھا، یہ حالت دیکھ کر آپ نے اپنی چادر سے اور دیگر مسلمانوں نے بھی اس چٹان کو صاف کیا۔

حضرت ابراہیم نیز فلسطین اور بیت المقدس میں مدفون انبیاء میں سے ایک ایک کی عبادت گاہوں کو ڈھونڈ کر مسلمانوں نے ان کی جگہ مسجدیں بنائیں، ان کے تقدس کی حفاظت کی، اور انہیں پاک کیا'' (ڈاکٹر اسحاق موسیٰ الحسینی: ''مکانۃ بیت المقدس فی الاسلام'' کتاب المؤتمر الرابع لمجمع البحوث الإسلامیہ، ص: ۵۷، ۵۸۔ ۱۹۶۸ء)۔

مسلمانوں نے دیگر مفتوحہ شہروں کے مقابلے میں اس شہر کو ممتاز مقام دیا، یہی وجہ ہے کہ اس شہر کا قبضہ فاتح فوج کے قائد'' أمین ہذہ الأمۃ'' حضرت ابوعبیدہ بن جراح (۴۰ق ھ-۱۸ھ/ ۵۸۴ء-۶۳۹ء) نے خود نہیں لیا، بلکہ اس کا قبضہ خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق نے مدینہ منورہ سے آکر لیا، تاکہ یہ عظیم امانت خود خلیفۂ وقت بنفس نفیس اپنے ہاتھوں سے لے، اور اس کے بطریق صفرو بیوس سے خود معاہدہ کرے، اس طرح یہ شہر امت کے پاس حضرت عمرؓ کی امانت ہوگیا۔

مسلمانوں کی فتوحات کی طویل تاریخ میں یہ مقام کسی اور شہر کو حاصل نہیں ہوا۔

اس شہر کا نام قدس یا بیت المقدس رکھ کر مسلمانوں نے اس شہر کا تقدس خوب واضح کردیا، اسی درمیان ایک واقعہ یہ پیش آیا کہ جب حضرت عمرؓ کلیسائے قیامت میں صفرونیوس کے ساتھ بیٹھے تھے اور نماز کا وقت ہوگیا تو باوجودیکہ بطریق نے آپ کو کلیسا کے اندر نماز پڑھنے کی دعوت دی آپ نے وہاں اس لئے نماز نہیں پڑھی کہ کہیں اس سے کسی مسلمان کو یہ شبہ نہ ہوجائے کہ کلیسا کی جگہ پر مسجد تعمیر کی جانی چاہئے۔

حضرت عمرؓ کے اس کردار نے یہ بات واضح کردی کہ اسلام عیسائیوں کے مقدس

مقامات کا پاس رکھتا ہے، اس سلسلے میں حضرت عمرؓ نے کسی بدعت کا ارتکاب نہیں کیا تھا، اور یہ محض آپ کا ایک اجتہاد نہ تھا، بلکہ یہ اس اسلامی عقیدہ کے تقاضوں پر عمل تھا جو تمام قدیم رسولوں، رسالتوں اور کتابوں پر ایمان لائے بغیر مکمل نہیں ہوتا ہے، یہ بات قرآن مجید میں بھی واضح کر دی گئی ہے۔

''ذَلِکَ الْکِتَابُ لاَ رَیْبَ فِیْهِ هُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُونَ بِالْغَیْبِ وَیُقِیْمُونَ الصَّلاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ یُنفِقُونَ والَّذِیْنَ یُؤْمِنُونَ بِمَا أُنزِلَ إِلَیْکَ وَمَا أُنزِلَ مِن قَبْلِکَ وَبِالآخِرَةِ هُمْ یُوقِنُونَ أُوْلَـئِکَ عَلَی هُدًی مِّن رَّبِّهِمْ وَأُوْلَـئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ'' [بقرہ: ۲-۵] (یہ اللہ کی کتاب، اس میں کوئی شک نہیں، ہدایت ہے ان پرہیزگاروں کے لئے جو غیب پر ایمان لاتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، جو رزق ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں، جو کتاب تم پر نازل کی گئی ہے (یعنی قرآن) اور جو کتابیں تم سے پہلے نازل کی گئی تھیں ان سب پر ایمان لاتے ہیں، اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں، ایسے لوگ اپنے رب کی طرف سے راہ راست پر ہیں اور وہ ہی فلاح پانے والے ہیں)۔

''آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنزِلَ إِلَیْهِ مِن رَّبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ کُلٌّ آمَنَ بِاللّهِ وَمَلآئِکَتِهِ وَکُتُبِهِ وَرُسُلِهِ'' [بقرہ:۲۸۵] (رسول اس ہدایت پر ایمان لایا ہے، جو اس کے رب کی طرف سے اس پر نازل ہوئی ہے، اور جو لوگ اس رسول کے ماننے والے ہیں، انہوں نے بھی اس ہدایت کو دل سے تسلیم کرلیا ہے، یہ سب اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں کو مانتے ہیں)۔

اپنے اس عمل میں حضرت عمرؓ نے اس قرآن کریم کے طرز عمل کو اختیار کیا ہے جس نے ایک موقع پر تمام آسمانی شریعتوں کو ماننے والی قوموں کے مقدس مقامات کا تذکرہ کیا تو سب سے پہلے عیسائی خانقاہوں کا تذکرہ کیا، اور مسجدوں کا تذکرہ سب سے آخر میں کیا: '' وَلَوْلَا دَفْعُ اللّهِ

النَّاسَ بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيراً وَلَيَنصُرَنَّ اللَّهُ مَن يَنصُرُهُ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ'' [حج:۴۰] (اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعہ دفع نہ کرتا رہے تو خانقاہیں، اور گرجا اور معبد اور مسجدیں جن میں اللہ کا نام کثرت سے لیا جاتا ہے سب مسمار کر ڈالی جائیں)۔

اس شہر کے اسلامی عہد کا آغاز حضرت عمرؓ کے اس کردار سے ہوا، اسی لئے اس عہد میں اس شہر کا تقدس تمام آسمانی شریعتوں کے پیرووں کے لئے عام رہا، کلیسائے قیامت نصاریٰ کا مخصوص مقدس مقام ہے، یہودیوں کے مقدس مقامات کو خود حضرت عمر اور مسلمانوں نے گندگی صاف کر کے پاک کیا، اسلامی مسجدوں کی عمارتیں بھی اس عہد میں بلند و بالا ہوئیں۔

مسلمانوں نے ایسا اس لئے کیا کہ وہ اس آخری شریعت کی حامل امت ہیں جو تمام انبیاء اور رسولوں کی وارث ہے، ان کے رسول کی رسالت وہ اینٹ ہے جس نے خدائے واحد کے دین کی عمارت مکمل کی، اور جس نے اس عمارت کی تمام اینٹوں کی حفاظت کی ذمہ داری اٹھائی ہے، متحدہ خداوندی دین کی تکمیل کرنے والی شریعت کی امت اس دین کی گزشتہ تمام شریعتوں کے مقدس مقامات کی حفاظت کی بھی ذمہ دار ہے، اس لئے کہ یہ امت ہی ان مذاہب کی شریعتوں کو شریعت مانتی ہے۔

مسلمانوں نے یہ معاملہ صرف قدس کے ہی ساتھ اس لئے کیا تھا کہ ان کے قرآن نے قدس اور آخری امت کے قبلہ حرم مکی کے درمیان تعلق کو ایک معجزہ کی صورت میں قائم کیا تھا، یہ کوئی محض سیاسی یا انتظامی تعلق نہیں تھا جسے فاتحین قائم کرتے ہیں اور حملہ آور ان توڑ دیتے ہیں، ''سُبْحَانَ الَّذِىْ أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلاً مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الأَقْصَى الَّذِىْ بَارَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ مِنْ آيَاتِنَا إِنَّهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْر'' [بنی اسرائیل:۱] (پاک ہے وہ جو لے گیا ایک رات اپنے بندے کو مسجد حرام سے دور کی اس مسجد تک جس کے ماحول کو اس نے برکت دی ہے،

تا کہ اسے اپنی کچھ نشانیوں کا مشاہدہ کرائے)،اس واقعہ میں اللہ اپنے بندے اور رسول کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ لے کر گیا تھا،اور پھر چٹان پر سے سدرۃ المنتہی کا سفر کرایا تھا، یہ واقعہ گویا کہ یہ اعلان تھا کہ انبیاء اور رسولوں کا یہ مقدس سلسلہ اب ختم ہو رہا ہے،اور اب تمام رسالتوں کے مقدس مقامات کی ذمہ داری آخری رسالت کی امت پر ہے،ظاہر ہے کہ گذشتہ رسالتوں کا جو تعلق شہر قدس سے تھا وہ کسی اور شہر یا علاقہ سے نہیں تھا۔

قدس کی اسلامی تاریخ شاہد ہے کہ مقدس مقامات کی حفاظت کی جو ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے امت اسلامیہ کو دی تھی، اور سفر معراج میں جس کا اشارہ کیا گیا تھا، امت نے وہ ذمہ داری بحسن خوبی ادا کی ہے، جس دن سے حضرت عمرؓ کے ہاتھوں امت کو یہ ذمہ داری ملی ہے اس دن سے قدس کا تقدس سب کے لئے عام ہوگیا اور اس کے دروازے تمام آسمانی ادیان کے ماننے والوں کے لئے کھل گئے تھے، اسلامی مسجدیں تعمیر ہوئیں، عیسائیوں کے کلیساؤں میں ترقی ہوئی، رومیوں کے بت پرستی اور پھر عیسائی دونوں عہدوں میں یہودی یہاں کی رہائش سے محروم تھے اب وہ بھی یہاں رہنے لگے۔

بلکہ جن مقدس مسلم خاندانوں کو نصرانیوں نے اپنے کلیساؤں کے اوقاف کا ذمہ دار بنایا تھا وہ ذمہ داری ادا کرتے رہے، اور انہوں نے پورے اسلامی عہد میں عیسائیوں کے مقدس مقامات کی نگرانی کی۔

جب تک قدس پر حکومت شریعت کی امت کے پاس رہی جو اللہ کے دین، نبوتوں یا رسالتوں کو محدود نہیں کرتی، اور جو ایسی نسل پرست نہیں ہے کہ تقدس کو صرف اپنی عبادت گاہوں تک خاص کرے تو قدس کے دروازے تمام شریعت کی امتوں کے لئے کھلے رہے۔

لیکن جب جب اسلامی مملکت کو شکست ہوئی اور قدس پر سے اسلامی حکومت ختم ہوگئی تو قدس کا تقدس محدود کر دیا گیا، ایسا ہی پہلے صلیبی عہد میں ہوا، اور ایسا ہی اب قدس کے یہودی

عہد میں ہو رہا ہے۔

قدس کی تاریخ میں ہمیشہ یہ پہلو اسی طرح قائم ودائم رہا ہے۔

صلیبی عہد:

عالم اسلام کے مشرقی خطہ کی حکومت تین طاقتوں: عباسیوں، فاطمیوں اور سلجوقیوں کے ہاتھوں میں تقسیم ہوگئی تھی، یہ تینوں طاقتیں کمزور پڑیں تو مغرب نے اسے مشرق پر دوبارہ اپنی حکومت قائم کرنے کا موقع جانا، مشرق پر مغرب کی پہلی حکومت سکندر اعظم (۳۵۶ ق م-۳۲۴ ق م) نے قائم کی تھی، اس حکومت کا خاتمہ اسلامی فتوحات نے کیا تھا۔

جنوبی فرانس کے شہر کلیر مونٹ میں پوپ اربان دوم (۱۰۸۸-۱۰۹۹ء) کی قیادت میں مغربی اتحاد وجود میں آیا، اس کے لئے مالیات کی فراہمی ان اطالوی تجارتی شہروں نے کی جو عالم اسلام کے مشرقی حصہ سے گزرنے والے بین الاقوامی تجارتی راستوں پر قبضہ کرنا چاہتے تھے۔

اس حملہ آور مہم کی اصل طاقت مینوریلزم کے یورپی شہسوار تھے جنہیں پوپ نے ۱۰۹۵ء میں کلیر مونٹ میں صلیبی حملہ کی ذمہ داری سونپی تھی، اس موقع پر پوپ نے ان سے کہا تھا: ''تم مضبوط شہسوار ہو، لیکن باہم دست وگریباں ہو، اب مسلم کافروں سے جنگ کرو، اے آپس میں لڑنے والو! متحد ہو جاؤ، اب تک تم ڈاکو ہو اب فوج بن جاؤ، بیت المقدس چلو، اس مقدس زمین پر قبضہ کرو کہ وہاں مادی نعمتوں کی فراوانی ہے۔ دشمن پر اگر تم غالب آگئے تو مشرقی ممالک تمہارے ہوں گے۔

پوپ کے یہ الفاظ اس حملہ کے مقاصد پر سے پردہ اٹھا دیتے ہیں، اس نے نہ پاپائیت کا تذکرہ کیا، نہ دینی جذبات بھڑکائے، نہ حضرت عیسیٰ کے وطن کا واسطہ دیا، اس نے اس حملہ کا مقصد مادی نعمتوں سے بھرپور مشرقی ممالک پر حکومت اور مینوریلزم کے امراء کی توجہ مسلم کافروں کی طرف پھیر کر ان کی صفوں کے اتحاد کو بتایا۔

۴۸۹ھ طابق ۱۰۹۶ء میں پہلا صلیبی حملہ ہوا جو دوصدیوں تک جاری رہا، اس پورے عرصہ میں یورپی مینوریلزم کے امراء مسلمانوں کوقتل کرنا، ان کے علاقوں کولوٹنا، ان کے وطنوں پر قبضہ کرنا اور فلسطین نیز اس کے آس پاس لاطینی مملکتیں بسانا اپنا کار منصبی سمجھتے رہے۔

''صلیبی جنگ'' نامی کتاب کے عیسائی مصنف میکسی ماس مین رونڈ کے بقول: بہت سے امراء جنگوں کو مال کمانے کی ایک صنعت ہی سمجھتے تھے، بلکہ صرف مال ودولت کی لوٹ ہی اس لشکر کو آمادۂ جنگ رکھتی تھی۔

گیارہویں صدی عیسوی کے آغاز میں عالم عرب کے مشرقی حصہ میں حملہ آوروں کی قائم کردہ صلیبی مملکتوں نے عالم اسلام کی علاقائی وحدت کوختم کردیا۔

شمالی عراق اور شام میں رہا اور انطاکیہ نامی مملکتیں قائم ہوئیں، قدس پر قبضہ کرکے ''مملکت اورشلیم'' قائم کی گئی، جس کی حدود خلیج عقبہ تک جا پہنچتی تھیں، اس مملکت نے مصر، مغرب (مراکش، تیونس وغیرہ) اور اندلس کو عالم عرب اور عالم اسلام کے مشرقی حصہ سے کاٹ دیا تھا۔

قدس پر قبضہ ''پہلے ڈاکو رہ چکے لوگوں'' کی فوج کے کرتوتوں کا ایک نمونہ تھا۔

قدس کا محاصرہ ستر ہزار لوگوں نے کیا تھا، جب کہ اس کا دفاع صرف ایک ہزار مصری فوجی کررہے تھے، نتیجتاً اڑتیس دن کی مزاحمت کے بعد یہ شہر مقدس صلیبیوں کے قبضہ میں چلا گیا۔

عیسائی مؤرخ مکسی ماس مین رونڈے نے لکھا ہے کہ صلیبیوں کی ایک میٹنگ اسی جگہ پر منعقد ہوئی جہاں ہمارے نجات دہندہ نے اپنے آپ کو صلیب پر چڑھانے والوں کو معاف کیا تھا، اور اس میٹنگ میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ اس شہر مقدس کے اندر جو مسلمان بھی باقی رہ گیا ہے اسے قتل کردیا جائے۔

یہ قتل عام پورے ایک ہفتہ جاری رہا، گھروں اور قبوں میں چھپنے والوں کو صلیبیوں نے پکڑ کر گھروں اور برجوں کے اوپر سے آگ میں ڈال دیا۔

جامع عمر میں پناہ لینے والوں کا خون اس طرح کیا گیا کہ ان کا خون گھٹنوں بلکہ مکسی ماس کے بقل گھوڑوں کی لگاموں تک آ گیا۔

ان قاتلوں نے پوپ کو جو خط اپنے کارناموں کی خوشخبری کے لئے بھیجا اس میں فخریہ انداز میں تحریر کیا: ''ہمارے دشمنوں کا انجام کیا ہوا اس کا اندازہ آپ اس سے کر سکتے ہیں کہ سلیمانی معبد (جامع عمر) میں ہمارے گھوڑوں کے گھٹنوں تک مشرقیوں کے خون کی ندی رواں تھی''۔

مصر کو مشرق سے الگ تھلگ کر دینے کے بعد:

مغصوبہ علاقوں میں صلیبی حکومتیں قائم کرنے کے بعد علاقہ کی تجارت اور اس کے تجارتی راستوں پر قبضہ کر کے، اسلامی ممالک پر ٹیکس بلکہ جزیہ لگا کر پورے خطہ پر معاشی کنٹرول حاصل کرنے کی کوششیں شروع ہوئیں۔

مصر کو عالم اسلام کے مشرقی حصہ سے الگ تھلگ کر دینے کے بعد اس پر قبضہ کی کوشش شروع ہوئیں، صلیبیوں کے اس منصوبہ میں فاطمی حکومت کی داخلی کمزوری بھی معاون ثابت ہوئی، یہ حکومت باطنی اسماعیلیوں کی تھی، اس لئے امت کے جمہور یعنی اہل سنت کو اس سے زیادہ تعلق نہیں تھا، اس کی فوج میں اختلافات تھے، اس کے دو وزراء شاور (۵۶۴ھ/ ۱۱۶۹ء) اور ضرغام (۵۵۹ھ/ ۱۱۶۴ء) بھی باہم دست وگریباں تھے، اس صورت حال سے صلیبیوں نے فائدہ اٹھایا، صلیبی فوج کی ایک ٹکڑی نے قاہرہ کے دروازوں پر ڈیرہ ڈال دیا، قاہرہ کی فصیلوں کے دروازوں کی چابیاں بھی ان کے پاس تھیں، وزیر شاور نےصلیبیوں سے ایک ملین دینار جزیہ پر صلح کر لی۔

اس زمانہ میں مشرق کی اقتصادیات پر صلیبیوں کی بالادستی کا نقشہ کھینچتے ہوئے غلیوم صوری نے تحریر کیا ہے: ''مصر کے خزانے ہمارے زیر تصرف تھے، سلطنت اورشلیم مصری خشکی کی جانب سے مامون تھی، بحری راستہ آزاد تھا، مصر کے تمام خطوں کے بندرگاہ ہماری سواریوں کے

لئے کھلے ہوئے تھے، نیز وہاں کے تاجر اپنے علاقوں کے غلے ہماری بندرگاہوں تک پہنچاتے تھے، ان تجارتوں کے تمام تر فائدے ہمیں حاصل ہوتے تھے، جزیہ اور ٹیکس پابندی کے ساتھ ہمیں ادا کیا کرتے تھے۔

مسلماں کو مسلماں کر دیا طوفان مغرب نے:

اپنے خطہ پر غیروں کے قبضہ، عالم عرب کے پارہ پارہ ہونے، اپنی دولت کی لوٹ کھسوٹ اور معیشت پر بیرونی غلبہ کے اس منظر نے امت کے اندر مزاحمت کے جذبات بھڑکا دیے۔

اسلامی حکومت کے شہ سواروں نے صلیبیوں کی حکومتوں کے خلاف مہم شروع کر دی، موصل میں زنگی حکومت کے سربراہ عماد الدین زنگی (۵۶۵ھ/ ۱۱۷۰ء) تھے، اس حکومت نے شمالی عراق اور شام کو آزاد کرایا، اور صلیبی حملہ کی ابتداء کے تقریباً پچاس برس بعد ۵۳۹ھ/ ۱۱۴۵ء میں مملکت رہا کو ختم کر دیا، پھر نور الدین شہید (۵۱۱ھ-۵۶۹ھ/ ۱۱۱۸ء- ۱۱۷۴ء) کے عہد میں اس حکومت نے اپنا دار السلطنت شہر حلب کو بنایا تا کہ صلیبی مملکتوں پر اپنا دباؤ بڑھا سکے، اور مصر کے سلسلے میں دونوں فریقوں کے درمیان سیاسی و جنگی کشمکش کا ایک نیا باب شروع کر سکے۔

نور الدین ان صلیبی مملکتوں سے جنگ کرنا چاہتے تھے تا کہ جنوب کی جانب سے صلیبی مملکت کو گھیر کر اس پر شمال، مشرق، مغرب اور جنوب سے اس طرح دباؤ بنایا جائے کہ صلیبیوں کے لئے بحر متوسط کے شامی ساحل کے بندرگاہوں کا راستہ کھلا رہے اور صلیبی جیسے ان بندرگاہوں سے آئے ویسے ہی واپس چلے جائیں۔

صلیبی مصر پر قبضہ کرنا چاہتے تھے تا کہ مصر کی طاقتیں ان کے خلاف جنگ نہ کر سکیں، مصر کو مغرب اور اندلس کی کمک نہ مل سکے اور نور الدین کا منصوبہ کامیاب نہ ہو سکے۔

۵۵۹ھ- ۵۶۴ھ/ ۱۱۶۳ء-۱۱۶۸ء کے درمیان مصر کی سرزمین پر دونوں

فریقوں کے لشکروں کے درمیان متعدد معرکے ہوئے۔

لیکن تیسری مرتبہ میں نورالدین کا لشکر غالب آ گیا، جس کی قیادت اسدالدین شیرکوہ کر رہا تھا، جو فاطمی خلیفہ عاضد (۵۴۴ھ- ۵٦۷ھ/ ۱۱۴۹ء-۱۱۷۱ء) کا مصر کا وزیر تھا، اسدالدین کی وفات کے بعد قیادت ووزارت میں ان کے جانشین صلاح الدین ایوبی (۵۳۲ھ-۵۸۹ھ/ ۱۱۳۷ء- ۱۱۹۳ء) ہوئے، یہ واقعہ جمادی الاخری ۵٦۴ھ کا ہے، اس نئے قائد نے اس کشمکش کی تاریخ بلکہ پوری تاریخ میں ایک نئے اور مبارک باب کا آغاز کیا۔

شعر وتاریخ:

اس زمانہ میں شعر امت کی ثقافت کا آئینہ اور اس کا ذریعہ ابلاغ تھا، عالم اسلام کے مشرقی حصہ سے جب مصر پھر ہم آغوش ہوا تو اس وقت کی شاعری نے اس جانب توجہ دلائی کہ آزادیٔ فلسطین کے منصوبہ کو حاصل کرنے کے سلسلے میں مصر کی سرزمین پر ملنے والی یہ کامیابی بڑا کردار ادا کرسکتی ہے، عماد الکاتب نے اسدالدین شیرکوہ کو مصر میں اس کی فتح پر مبارک باد دیتے ہوئے یہ بھی بتایا کہ یہ فتح آزادیٔ قدس کی منزل کا نشانِ راہ ہے:

فتحت مصر وأرجو أن تصير بها
میسراً فتح بيت المقدس عن كثب

(آپ نے مصر کو فتح کیا اور مجھے یقین ہے کہ آپ فتح مصر کو جلد ہی فتح بیت المقدس کا سامان بنائیں گے)۔

نورالدین کو مبارکباد دیتے ہوئے اس شاعر نے کہا کہ آزادیٔ قدس کی اہم ترین شرط (شام ومصر کا ایک ہوجانا) اب وجود میں آچکی ہے:

أغز الفرنج فهذا وقت غزوهم
واحطم جموعهم بالذابل الحطم

فملک مصر وملک الشام قد نظما

فی عقد عز من الإسلام منتظم

(انگریزوں سے جنگ کیجئے کہ یہ ان سے جنگ کرنے کا وقت ہے، اور ان پر بری طرح ٹوٹ پڑیے، اس لئے کہ مصر وشام اب اسلام کی ایک مضبوط لڑی میں آ گئے ہیں)۔

مشہور شاعر ابن عساکر علی بن الحسن ہبۃ اللہ نے اعلان کیا کہ اب جب کہ صلیبی مملکتوں کے اردگرد کا علاقہ متحد اور مضبوط ہو گیا تو اب جنگ کی تاخیر کی کوئی گنجائش نہیں ہے، نورالدین کو مخاطب کرتے ہوئے یہ شاعر کہتا ہے:

ولست تعذر فی ترک الجهاد وقد

اصبحت تملک من مصر إلى حلب

وصاحب الموصل الفیحاء ممتثل

لما ترید...... فبادر فجأة النوب

(اب جب کہ آپ مصر سے حلب تک کے حاکم ہیں، اور موصل کا حاکم بھی آپ کے چشم وابرو کا پابند ہے آپ کو ترک جہاد کے سلسلے میں معذور نہیں سمجھا جائے گا، لہٰذا آپ اب فوراً حملہ کر دیجئے۔)

لیکن نورالدین کو زندگی نے اتنی مہلت نہیں دی کہ وہ اس منصوبہ پر عمل کر سکیں جس کا تذکرہ شعراء کر رہے تھے، ان کی وفات کے بعد صلاح الدین ایوبی نے اپنی یہ ذمہ داری سمجھی کہ وہ صرف شاعری کی دنیا میں نہیں حقیقت کی دنیا میں بھی اس منصوبہ کو بروئے کار لانے کے لئے ضروری اقدامات کریں۔

کس شیر کی آمد ہے؟

فاطمی حکومت کے عہد زوال میں جو تقریباً ایک صدی کے عرصہ پر محیط ہے مصر کی بے

پناہ صلاحیتیں منجمد اور ٹھنڈی کر دی گئی تھیں، صلاح الدین کی یہ ذمہ داری تھی کہ وہ ان صلاحیتوں کو حیاتِ نو بخش کر صلیبیوں کے خلاف جنگ میں فتح کے لئے ان کا استعمال کریں۔

صلاح الدین ایوبی نے فاطمی حکومت کا تختہ پلٹنے اور مصر کو عباسی حکومت کے تابع کرنے کے بعد فکری وثقافتی محاذ پر ایک عظیم وطویل معرکہ سر کر کے اسماعیلیت و باطنیت کی جگہ سنیت کی جڑیں مضبوط کیں، اس کے لئے انہوں نے ناصریہ، قمحیہ اور سیوفیہ جیسے سنی مدارس قائم کئے، اپنے عہد میں صلاح الدین نے ایسے چھ مدارس قائم کئے، یہ سب کے سب بہت بڑے بلکہ پوری یونیورسٹی تھے، مشہور سیاح ابن جبیر (۵۴۰ھ- ۶۱۴ھ/ ۱۱۴۵ء- ۱۲۱۷ء) نے ان مدارس میں سے ایک ناصریہ کے بارے میں لکھا ہے: ''اس مدرسہ جیسا کوئی اور مدرسہ اس ملک میں کبھی قائم نہیں ہوا، کسی اور مدرسہ کا نہ رقبہ اتنا بڑا ہے اور نہ عمارت ایسی حسین ہے، اس مدرسہ میں جانے والے کو لگتا ہے کہ یہ فی نفسہ پورا ایک شہر ہے، اس کے سامنے حمام اور بعض دیگر سہولیات ہیں۔

اس مدرسہ کی تعمیر کے سلسلے میں صلاح الدین کی دریا دلی کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ انہوں نے اس مدرسہ کی تعمیر کے ذمہ دار سے کہا تھا: تم اسے مزید حسین ودلفریب بناؤ، اس کے تمام اخراجات ہمارے ذمہ ہیں''۔ انہوں نے ان مدارس کو سنیت کا نمائندہ بنایا، ان میں اہل سنت کے چاروں مسالک کی تعلیم ہوتی تھی، جب کہ فاطمیوں کے عہد میں مدارس میں اسماعیلی و باطنی مسلک کی تعلیم ہوتی تھی، نتیجہ یہ ہوا کہ حکومت اور عوام میں جہاں پہلے دوری پائی جاتی تھی وہاں اب یک رنگی وہم آہنگی پائی جانے لگی اور اس طرح مصری صلاحیتوں کو حیات نو ملی اور وہ پروان چڑھیں۔

اس سلسلہ میں صلاح الدین کی سنجیدگی کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ انہوں نے شیعی نصاب کے حامل ازہر کو پانچ برسوں کے لئے بند کر دیا، اور تبھی دوبارہ اسے کھولا جب اس کا نصاب ونظام سنی ہو گیا، نیز انہوں نے حکومت، علم، فکر وتعلیم کے ساتھ ساتھ عدالت کو بھی سنی بنایا۔

معاشی محاذ پر انہوں نے مال گزاری کے نظام کی جگہ زراعتی زمینوں کی بابت ایک ایسا نظام بنایا جس کو ہم عصر حاضر کی زبان میں جنگی معیشت یا فقہ اسلامی کی زبان میں ''جہاد فی سبیل اللہ کے لئے زمین کو وقف کئے جانے کے مشابہ نظام'' کہہ سکتے ہیں، اس نظام کے تحت مصر کو تیئیس علاقوں اور معاشی یونٹس میں تقسیم کر کے ان علاقوں کی زمینوں کو فوج کی ٹکڑیوں اور امراء کے اخراجات کے لئے خاص کر دیا گیا، اس طرح فکری بیداری آئی اور حکمرانوں وعوام کے درمیان اچھے تعلقات قائم ہوئے۔

امت اسلامیہ کے وطن میں زبردستی قائم کی گئیں صلیبی مملکتوں کے گرد گھیرا تنگ کرنے کے بعد فیصلہ کن معرکوں کے لئے راہ ہموار کرتے ہوئے صلاح الدین ایوبی نے سب سے پہلے جنوبی فلسطین میں واقع ''قلعۂ کرک'' میں موجود صلیبی فوجوں سے جنگ کی، اس جنگ کا مقصد مصر کو مشرق سے جوڑنے والے راستہ کو مزید وسیع اور پر امن بنانا تھا تاکہ صلیبی مملکتوں کے گرد گھیرے کو مزید تنگ کیا جا سکے۔

اس مقصد کے حصول کے لئے صلاح الدین ایوبی نے ۵۶۸ھ، ۵۷۹ھ، ۵۸۰ھ اور ۵۸۳ھ میں چار جنگیں کیں۔

نور الدین شہید کی وفات کے بعد مشرق میں جو انتشار پیدا ہوا تھا اس کو ختم کر کے دوبارہ اتحاد پیدا کرنے کے لئے صلاح الدین ایوبی نے موصل، حلب، جزیرہ، اربیل، کیفا، مادرین، قونیہ اور آرمینیا کے حکمرانوں کے درمیان ایک معاہدہ کرایا، اس معاہدہ میں وہ خود بھی شامل ہوئے، اس معاہدہ نامہ میں یہ تحریر کیا گیا تھا کہ یہ حکمراں باہم نبرد آزما نہ ہوں گے، اس معاہدہ کی خلاف ورزی جس نے بھی کی صلاح الدین ایوبی نے اس کے خلاف طاقت کے استعمال میں ذرہ برابر جھجھک نہیں دکھائی، حلب کے حکمران کو ایسی ہی حرکت پر ۵۷۹ھ/ ۱۱۸۳ء میں انہوں نے زبردست سبق سکھایا۔

مسلم معاشرہ کی تمام صلاحیتوں اور اس کے تمام امکانات کو آزادی کے حصول کے لئے استعمال کرنے کے مقصد سے صلاح الدین ایوبی نے اہل سنت کے مخالف پائے جانے والے تمام نظریات اور ان کے حاملین کے تئیں نہایت سخت رویہ اختیار کیا، انہوں نے اسماعیلیت و باطنیت کے تمام علمبرداروں کا خاتمہ کر دیا۔

انہوں اپنے بیٹے کو جو کہ حلب کے حاکم تھے مشہور غنوصی اشراقی فلسفی سہروردی (۵۴۹ھ-۵۸۷ھ/ ۱۱۵۴ء-۱۱۹۱ء) کو قتل کرنے کا حکم دیا، اس لئے کہ اس شخص نے فقہاء سے اپنے مناظروں کے درمیان مختلف تہذیبوں اور ثقافتوں کے درمیان خلط ملط کرتے ہوئے ایک ایسا فکری کنفیوزن پیدا کیا جس میں زردشت وافلاطون نبی اسلام نیز مکالمات افلاطون قرآن مجید کے ہم سر تھے۔

سہروردی کا یہ نظریہ ''اشباہ ونظائر'' کا طریقۂ کار اختیار کر کے فکری محاذ کو ختم کئے دے رہا تھا، حالانکہ اس وقت اس بات کی ضرورت تھی کہ دیگر افکار و نظریات کے حاملین کو ممتاز کرنے کے لئے امتیازی طریقۂ کار اختیار کیا جائے، تاکہ ان کی بابت ناپسندیدگی کے جذبات پیدا ہوں اور اس طرح غلبہ و تیاری کی ایک شرط وجود میں آجائے۔

حطین کی فتح:

ان سیاسی، فکری، اقتصادی اور عسکری مہموں کے ذریعہ صلاح الدین ایوبی نے اپنے لشکر کو اس عظیم معرکہ کے لئے تیار کیا جس نے صلیبی جنگوں کا رخ ہی موڑ دیا، یہ معرکہ حطین کے مقام پر ۲۲/ ربیع الثانی ۵۸۳ھ/ یکم جولائی ۱۱۸۷ء میں یعنی عالم اسلام پر صلیبیوں کے قبضہ کے نوے سال بعد پیش آیا۔

فلسطین کے حطین نامی مقام پر صلیبیوں نے گھڑسواروں اور پیدل فوج پر مشتمل تریسٹھ ہزار صلیبیوں کا ایک لشکر میدان میں اتار، دونوں فریقوں کا اندازہ تھا کہ یہ جنگ فیصلہ کن ہے،

اس عہد کے ایک مؤرخ ابن شداد (۶۱۳-۶۸۴ھ/۱۲۱۷-۱۲۸۵ء) کے بقول: ''دونوں فریق جانتے تھے کہ جسے یہاں شکست ہوئی اس کا خاتمہ ہوجائے گا، اس لئے کہ حطین اس قدس کا معرکہ ہے جو اس پوری جنگ وکشمکش کا محور ہے۔

جولائی میں گرمی کی شدت کیا کم تھی کہ صلاح الدین ایوبی کے لشکر نے صلیبی فوج کے پاس کی جھاڑیوں میں اور آگ لگادی، اور جو رہی سہی کسر تھی وہ دونوں فریقوں کی خون ریز جنگ نے پوری کردی، مکسی ماس مین رونڈ نے لکھا ہے کہ تیر اندازی کی کثرت کا یہ عالم تھا کہ تیر فضا میں اڑتے پرندوں کی مانند لگ رہے تھے، اور بیچ معرکہ میں تلواروں سے بہتا ہوا خون زمین پر برستا پانی معلوم پڑ رہا تھا۔

جب صلیبی بادشاہ لوزنجان کا خیمہ گرا، اور اس طرح اس کے لشکر کی شکست کا اعلان ہوا تو صلاح الدین نے اپنے گھوڑے سے اتر کر اس فتح پر اللہ کا شکر ادا کرنے کے لئے سجدہ کیا، اس لئے کہ اس فتح نے ان کے لئے قدس کا راستہ کھولدیا تھا۔

حطین کی اس جنگ میں جو کچھ ہوا اس کا نقشہ مؤرخ ابو شامہ (۵۹۹-۶۶۵ھ/ ۱۲۰۲-۱۲۶۷ء) نے یوں کھینچا ہے: ''فرنگی مقتولین کو جو دیکھتا اسے ان کی کثرت کی وجہ سے خیال ہوتا کہ شاید مسلمانوں نے کسی کو بھی قید نہیں کیا ہے، اور جو قیدیوں کو دیکھتا تو اسے خیال ہوتا کہ شاید کسی کو بھی قتل نہیں کیا گیا ہے، شام کے ساحل پر فرنگی قبضہ کے بعد سے مسلمانوں کی آنکھیں کبھی اتنی ٹھنڈی نہیں ہوئیں جتنی حطین کے دن ہوئیں''۔

اس کے بعد صلاح الدین ایوبی نے چند مہموں میں دسیوں گانووں، شہروں اور قلعوں کو فتح کیا، پھر ان کے لشکر نے پیش قدمی کرتے ہوئے شہر قدس کا محاصرہ کرلیا، کہیں بھی جنگ ہوتی شاعروں کے اشعار میں اسی شہر کا ذکر رہتا، غزہ میں صلاح الدین کو فتح ملی تو عماد الکاتب نے کہا:

غزوا عقر دارالمشركين بغزة
جهاراً وطرف الشرک خزيان مطرق
وهيجت للبيت المقدس لوعة
يطول بها منه اليک التشوق
هو البيت تفتحة والله فاعل
فما بعده باب من الشام مغلق

(مسلم فوج نے مشرکین کے اصل علاقہ غزہ پر علانیہ حملہ کیا، پاسبانانِ شرک کو ہزیمت وفضیحت اٹھانی پڑی، صلاح الدین! آپ نے بیت المقدس کو اپنی محبت کا ایسا اسیر کیا ہے کہ اب وہ آپ کا بہت مشتاق ہے، یہ بیت المقدس وہ ہے کہ اگر آپ نے ان شاء اللہ اسے فتح کرلیا تو شام کے کسی حصہ کی فتح مشکل نہ ہوگی)۔

جی ہاں! قدس ہی اس کشمکش کا محور، مقصود اور کنجی ہے۔

فتح قدس:

بروز اتوار ۲۰ ستمبر ۱۱۸۷ء کو صلاح الدین نے شہر مقدس کی فصلوں کی گھیرا بندی شروع کی، اور ٹھیک اسی جگہ پر پڑاؤ ڈالا جہاں سے صلیبی ۱۰۹۹ء میں گھسے تھے، انہوں نے صلیبیوں پر گھیرا اتنا تنگ کیا کہ شہر کے دفاع کی ذمہ داری اٹھانے والے ستر ہزار صلیبی فوجی سپر ڈالدینے پر مجبور ہوگئے، گھیرابندی کی پالیسی اس لئے اختیار کی گئی تھی تاکہ شہر کے مقدس مقامات تباہ نہ ہوں، اس محاصرہ کے دوران ہونے والے مذاکرات میں صلیبی یہ دھمکی دیتے تھے کہ اگر وہ مایوس ہوگئے تو پھر وہ ان مقدس مقامات کو تباہ کرڈالیں گے، صلاح الدین سے انہوں نے کہا:

''اگر ہم زندگی سے مایوس ہوگئے تو ہم:

☆ معبد (مسجد اقصیٰ) اور مملوکی محل کو منہدم کرکے ان کی بنیادیں بھی اکھاڑ پھینکیں گے۔

☆ شہر کے خزانوں میں موجود اموال اور ذخیروں نیز قیمتی اشیاء کو جلا دیں گے۔

☆ جامع عمر اور مقدس چٹان کو منہدم کر دیں گے، یہ دونوں آپ کے دین سے متعلق مقامات ہیں۔

☆ برسوں سے شہر کی جیلوں میں بند پانچ ہزار مسلمان قیدیوں کو قتل کر دیں گے۔

☆ اپنی عورتوں اور اپنے بچوں کو اپنے ہاتھوں خود قتل کر دیں گے تاکہ وہ مسلمانوں کے قیدی نہ بنیں۔

☆ اس شہر مقدس کو یوں تباہ و برباد کر کے پھر ہم آپ سے جنگ کرنے نکلیں گے، اور زندگی سے مایوس اس شخص کی طرح آپ سے جنگ کریں گے، جسے بچنے کی کوئی امید نہیں ہوتی ہے، لہذا ہمیں امان دے دیجئے، اگر آپ نے ہمیں امان دے دی تو ہم شہر کو پرامن طریقہ سے آپ کے سپرد کر دیں گے''۔

صلاح الدین نے ان کی پیش کش کو قبول کرتے ہوئے انہیں امان دے دی، اس کے بعد لاطینی جنگجو شہر سے اپنی مملوکہ اشیاء لے کر نکل گئے، اور شہر میں وہاں کے حقیقی باشندگان (مسلمان اور مشرقی عیسائی) باقی رہے، خون کا ایک قطرہ بہے بغیر قدس کی یہ آزادی ۵۸۳ھ میں معراج نبوی کے دن ۲۷ رجب مطابق ۲/اکتوبر ۱۱۸۷ء کو حاصل ہوئی، یہ وہی شہر تھا جہاں نوے برس قبل صلیبیوں نے قبضہ کیا تھا تو ان کے گھوڑے مسجد عمر میں مسلم شہداء کے خونوں میں تیر رہے تھے۔

اور فتح قدس کے بعد وہی ہوا جس کی پیشین گوئی شاعر نے کی تھی یعنی شام کے کسی حصہ کی فتح میں پھر پریشانی پیش نہیں آئی۔

لیکن یورپ صلاح الدین کے خلاف فوجی تیاریاں کرتا رہا، ان کی حکومتوں نے اپنے عوام پر ''صلاح الدین ٹیکس'' کے نام سے ایک ٹیکس عائد کیا، پھر فرانس اور انگلینڈ کی بری و بحری

فوجیں آئیں، بلکہ ان کے بادشاہ بھی آئے، برسوں کشمکش جاری رہی، یہاں تک کہ بالآخر صلاح الدین اور انگلینڈ کے بادشاہ رچرڈ اول (۱۱۵۷-۱۱۹۹ء) کے درمیان شعبان ۵۸۹ھ/ستمبر ۱۱۹۲ء میں تین برس اور تین مہینوں کے لئے صلح ہوگئی۔

صلح کے عرصہ میں صلاح الدین ایوبی نے جنگ کے زمانہ کے نقصانات کی تلافی کی، صلیبیوں کی منہدم کردہ عمارتیں تعمیر کرائیں، علمی، فکری، تعلیمی اور معاشی میدانوں میں ترقیاتی کام کئے، جن کے نتیجہ میں امت کے اندر قیادت سے تعلق پیدا ہوا، اور جو علاقے صلیبیوں کے قبضہ میں رہ گئے تھے ان کی آزادی کے اسباب مہیا ہوئے، قدس کی تعمیر میں خود صلاح الدین بنفس نفیس معماروں کے ساتھ پتھر ڈھوتے تھے۔

پھر وہ دمشق چلے گئے، جہاں انہیں صفراوی بخار ہوا، اور پھر وہ ۲۶/صفر ۵۸۹ھ/مارچ ۱۱۹۳ء میں راہی آخرت ہوگئے، اس طرح وہ امت کی تاریخ میں ہی نہیں اس کے دل میں ایک عظیم اسلامی قائد اور فاتح کی حیثیت سے اپنا نام ثبت کر گئے۔

عالم اسلام کو گھیرنے کی پالیسی:

لیکن جن مغربی طاقتوں نے صلیبی جنگ اور اس کی منصوبہ بندی کی تھی انہوں نے ایک نئی پالیسی کے ساتھ اگلا منصوبہ بنایا تاکہ وہ اپنے پرانے مقصد ''مادی نعمتوں سے بھرپور مشرقی ممالک پر قبضہ'' کو حاصل کر سکیں، قدس کو صرف اپنے لئے خاص کر کے اس کے تئیں دوسروں کے جذبات تقدیس کو ختم کر دیں۔

۸۹۷ھ/ ۱۴۹۲ء میں غرناطہ کے سقوط اور اندلس سے اسلام کو بے دخل کرنے کے بعد مغربی ملکوں نے یہ پالیسی اختیار کی۔

سقوط غرناطہ والے سال میں ہی کرسٹاف کولمبس ایک ایسے راستے کی تلاش میں نکلا جس کے ذریعہ عالم اسلام کو گھیرا جاسکے۔

کولمبس راستہ بھٹک کر امریکہ پہنچ گیا، تو اسی مقصد کے حصول کے لئے پرتگالیوں کی ایک ٹیم نکلی، جس نے سقوط غرناطہ کے پانچ برس بعد ۹۰۳ھ/ ۱۴۹۷ء میں کیپ آف گڈ ہوپ کے بندرگاہ سے عالم اسلام کو گھیرنے والے ایک راستہ کی دریافت کی۔

ہندوستان کے مسلم ساحلوں پر پرتگالیوں اور ممالیک کی قیادت میں مصری لشکر کے درمیان ۹۱۰ھ/ ۱۵۰۴ء میں مقابلہ ہوا، جس میں پرتگالی غالب رہے۔

ہندوستانی ساحلوں، بحر عرب، خلیج عربی اور بحر عرب میں عالم اسلام کی گھیرابندی کی ان مہموں میں اضافہ اور مملوکی (عہد غلامان کی) حکومت کے کمزور ہونے کی وجہ سے مشرق وجنوب میں عثمانی آگے بڑھے اور انہوں نے ۹۲۳ھ/ ۱۵۱۷ء میں عالم عرب کو عثمانی فوج کے ماتحت لے لیا تاکہ وہ اس گھیرابندی کا مقابلہ کر سکیں، جس نے انڈونیشیا، ہندوستان اور فلپین میں یورپی حملہ آوروں کے پاؤں جمانے میں کامیابی حاصل کی تھی۔

اب جگر تھام کے بیٹھو!

عالم اسلام کی گھیرابندی میں کامیابی کے بعد اس کے قلب پر حملہ کا مرحلہ شروع ہوا۔

ایران کے صفویوں (شیعوں) اور عالم اسلام کی سب سے بڑی فوجی طاقت عثمانی حکومت کے درمیان یورپ نے اختلافات پیدا کرا کے خونریز جنگیں برپا کرادیں، جس کے نتیجہ میں عثمانیوں کی فوجی طاقت مسلمانوں کے باہمی اختلافات میں لگنے پر مجبور ہوگئی، اور اس طرح جن مغربی طاقتوں نے عالم اسلام کو پہلے سے ہی گھیر لیا تھا اب وہ اندر گھس آئیں۔

☆ بونابرٹ نے مصر پر ۱۲۱۳ھ/ ۱۷۹۸ء میں حملہ کیا۔

☆ مصر پر فرانسیسی حملہ کی ناکامی کے بعد انگریزوں نے فریزر کی قیادت میں ۱۲۲۲ھ/ ۱۸۰۷ء میں حملہ کیا۔

☆ فرانس نے الجزائر پر ۱۲۴۶ھ/ ۱۸۳۰ء میں قبضہ کیا۔

☆عدن پر انگلینڈ نے ۱۲۵۴ھ/ ۱۸۳۸ء میں قبضہ کیا۔

☆۱۲۵۶ھ/ ۱۸۴۰ء میں لندن معاہدہ کے ذریعہ محمد علی پاشا کی قیادت میں مصر کو عثمانی حکومت کی فوج کی تجدید سے روک دیا گیا۔

☆تیونس پر فرانس نے ۱۲۹۸ھ/ ۱۸۸۱ء میں قبضہ کیا

☆۱۲۹۹ھ/ ۱۸۸۲ء میں مصر پر قبضہ کرنے میں انگلینڈ کامیاب ہوگیا۔

☆اٹلی نے لیبیا پر ۱۳۲۹ھ/ ۱۹۱۱ء میں قبضہ کیا۔

☆فرانس نے مراکش پر ۱۳۳۰ھ/ ۱۹۱۱ء میں قبضہ کیا۔

☆سائیکس پیکوٹ معاہدہ کے تحت ۱۳۳۴ھ/ ۱۹۱۶ء میں اسلامی خلافت کے ممالک کو استعماری طاقتوں کے درمیان تقسیم کردیا گیا، اس پوری صلیبی جنگ کا محور قدس بھی اس تقسیم کا ایک مقصد تھا، یہاں تک کہ انگریزی سپہ سالار سائیکس کے آبائی گاؤں سیلڈ میر (یارک شائر) میں اس کا ایک اسٹیچو بنایا گیا، جس میں وہ زرہیں پہنے اور تلوار تانے کھڑا تھا، اس کے قدموں کے نیچے ایک مسلمان پڑا تھا، اور اس کے اوپر ایک لفافہ تھا جس پر لکھا تھا: ''قدس خوش ہوجاؤ''۔

☆انگلینڈ نے عراق پر ۱۳۳۵ھ/ ۱۹۱۷ء میں قبضہ کیا۔

☆۱۳۳۶ھ/ ۱۹۱۷ء میں معاہدۂ بلفور کی صورت میں اس استعماری مہم میں صہیونی۔ مغربی اتحاد وجود میں آیا، اس اتحاد کی دعوت سب سے پہلے نپولین نے شہر عکا کے محاصرہ (۱۲۱۳ھ/ ۱۷۹۹ء) کے وقت دی تھی۔

☆۱۳۳۶ھ/ ۱۹۱۷ء میں قدس پر انگریزوں کا قبضہ ہوگیا، قبضہ کے دن انگریزی جنرل ایلنبی نے کہا: ''آج صلیبی جنگیں ختم ہوگئیں''۔ برطانیہ کے اخبار Punch نے ایک کارٹون شائع کیا جس کا عنوان تھا: ''آخری صلیبی مہم''، اس کارٹون میں یہ دکھایا گیا تھا کہ رچرڈ

اوّل (۱۱۸۹-۱۱۹۹ء) قدس میں کھڑا یہ کہہ رہا ہے: ''بالآخر میرا خواب شرمندۂ تعبیر ہو گیا''۔

☆فرانس نے ۱۳۳۸ھ/ ۱۹۲۰ء میں دمشق پر قبضہ کرلیا، فرنچ جنرل صلاح الدین ایوبی کی قبر پر گیا اور اس نے اسے ٹھوکر مارتے ہوئے کہا: ''صلاح الدین! ہم لوٹ آئے''۔

☆۱۳۴۱ھ/ ۱۹۲۳ء میں مغربی اتحادیوں اور ترکی کے درمیان معاہدۂ لوزان ہوا، جس نے خلافت عثمانیہ کے خاتمہ کو قانونی شکل دے دی۔

☆۱۳۶۷ھ/ ۱۹۴۸ء میں عالم عرب و عالم اسلام میں استعمار کی بابت یہودی مغربی اتحاد کا مظہر بن کر اسرائیل وجود میں آیا۔

☆۱۳۸۷ھ/ ۱۹۶۷ء میں مکمل قدس پر قبضہ ہوا اور اس کو یہودیانے کے عمل کا آغاز ہوا۔

☆اس تاریخی و تہذیبی کشمکش کے آغاز کے پانچ سو سال پورے ہونے پر بارسلونا اندلس میں اولمپک مقابلے ہوئے، تاکہ وہاں سے اسلام کے بے دخل ہونے اور سقوط غرناطہ کا جشن منایا جائے، اس کشمکش کا آغاز ۸۹۷ھ/ ۱۴۹۲ء میں ہوا تھا، اور یہ جشن ۱۴۱۲ھ/ ۱۹۹۲ء میں منایا گیا۔

یورپ کے مغربی حصہ سے اسلام کو نکالے جانے کے پانچ سو برس پورے ہونے کے موقع پر ہی ۱۹۹۲ء میں بوسنیا کی جنگ کا آغاز ہوا، تاکہ اسلام کو یورپ کے درمیانی حصہ سے بے دخل کیا جاسکے، اس جنگ کی حقیقت سربیا کے وزیر ابلاغ کے اس بیان سے معلوم ہو جاتی ہے کہ: ''ہم نئی صلیبی جنگوں کے دستے ہیں''۔

کشمکش کے اس عہد میں بھی قدس صلیبی عہد کی طرح محور، مقصد اور کنجی کی حیثیت سے سامنے آیا۔

اس کو یہودیانے اور اس کے تقدس کو اپنے لئے خاص کرنے کا عمل زوروں میں

جاری ہے۔

مختلف مراحل اور کڑیوں کی وجہ سے امت کو اس تاریخی کشمکش میں قدس کی اہمیت کا سبق یاد ہے، اب ہماری وطنی، قومی اور اسلامی ثقافت کی عصر حاضر میں یہ ذمہ داری ہے کہ وہ امت کے اندر اس شہر مقدس کے مقام کی بابت بیداری کو اس وقت تک قائم رکھے جب کوئی نیا صلاح الدین خونِ صد ہزار انجم کے بعد نئی سحر پیدا کرے۔

عوام الناس مسئلہ قدس و فلسطین کو عام طور پر شرق اوسط کا بحران کہتے ہیں، ہمیں ''شرق اوسط کے اس بحران کی تاریخ'' سے آگاہ ہونا چاہئے۔

انگریز مصنف وسپہ سالار گلوب پاشا نے سب کچھ ان الفاظ میں کہہ دیا ہے: ''شرق اوسط کا مسئلہ ساتویں صدی عیسوی (یعنی ظہور اسلام) سے شروع ہوا''۔

☆☆☆